Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies (MJIS)
ISSN 3007-3820 (Print) | 3007-3812 (Online)
(July-Dec) 2025, 3:2 (32-52)
محی الدین جرنل آف اسلامک اسٹڈیز
(جولائی–دسمبر ۲۰۲۵)، ۲:۳

سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں بین الریاستی تعلقات میں نظریہ غیر جانب داری: ایک تجزیاتی مطالعہ

Concept of Neutrality in Inter-States Relationship in the light of Sīrah: An Analytical Study

Dr. Muhammad Younus Javaid[a] & Muhammad Zubair[b]

[a] Lecturer in Islamiat, Govt. Islamia Graduate College, Kasur

[b] Ph.D Scholar, Superior University Lahore

Corresponding author Email: younusjavaid@gmail.com

How to cite: Muhammad Younus Javaid & Muhammad Zubair " Concept of Neutrality in Inter-States Relationship in the light of Sīrah: An Analytical Study," *Mohi-ud-Journal of Islamic Studies* 3, no. 2 (2025): 32-52.

ABSTRACT

This study presents an analytical examination of the concept of neutrality in inter-state relations in the light of the Sīrah of the Prophet Muhammad (peace be upon him). It explores how the Prophet's diplomatic conduct, treaties, and interactions with diverse political entities reflected a principled form of neutrality grounded in justice, peaceful coexistence, and moral integrity. The research analyzes historical episodes such as the Treaty of Hudaybiyyah, relations with Abyssinia, and engagements with non-Muslim tribes, identifying the ethical and strategic dimensions of neutrality within the Prophetic model. By employing an analytical methodology, the study situates the Prophetic approach within contemporary international relations theory, emphasizing its relevance to modern diplomatic ethics. The findings highlight that neutrality in Islamic political thought is neither passive nor indifferent but a constructive instrument for peace, balance, and fairness among states. The study recommends that contemporary Muslim states adopt the Prophetic model of principled neutrality to promote global peace and ethical diplomacy.

Keywords: Sīrah, Neutrality, International Relations, Diplomacy in Islam, Prophetic Model

Mention in the table a brief sketch of Second author's Contribution:- (Maximum two Authors allowed only):
Second author worked on main sources for writing the suggestions and findings of the article.

C

All Contents of this publication is copyrighted and property of *Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies*, and restricted to commercial use. It allows Research uses only, provided that original author(s) and sources should be credited with a proper academic referencing.

تمہید

جس طرح کوئی انسان اس معاشرہ میں اکیلا زندگی بسر نہیں کر سکتا بلکہ وہ دوسرے افراد معاشرہ کا محتاج ہوتا ہے، اسی طرح بین الریاستی تعلقات میں کوئی ریاست بھی تنہا نہیں رہ سکتی۔ وہ دوسری ریاستوں اور اقوام سے تعلقات قائم کرنے کی ضرورت محسوس کرتی ہے۔ ریاست کی سیاسی، معاشرتی، دفاعی، معاشی اور دیگر ضروریات اسے دوسری ریاستوں سے تعاون پر مجبور کرتی ہیں۔ موجودہ دور میں دنیا ایک عالمی گاؤں(Global Village) بن چکی ہے۔

تاہم ان ضروریات کے باوجود بہت سی ریاستیں عالمی تعلقات میں غیر جانب داری کے نظریہ پر یقین رکھتے ہوئے دیگر ریاستوں اور اقوام سے برتاؤ کرتی ہیں۔ غیر جانب داری سے مراد بین الریاستی تعلقات میں دیگر اقوام اور ریاستوں سے حلیفانہ یا مخالفانہ تعلقات سے گریز کا رویہ اختیار کرنا ہوتا ہے۔ یعنی غیر جانب داری کا نظریہ رکھنے والی یہ ریاست ان سے دوستانہ یا غیر دوستانہ تعلقات رکھنے کی بجائے غیر جانب دارانہ طرز عمل اختیار کرتی ہے۔ اس طرح وہ ان ریاستوں یا اقوام کی دوستی یا دشمنی سے دور رہتی ہے اور بین الاقوامی تعلقات میں کئی مسائل اور مشکلات سے بچنے میں کامیاب رہتی ہے۔

اسلامی ریاست بین الاقوامی سطح پر تعلقات کے قیام کا ایک مربوط اور مکمل ڈھانچہ رکھتی ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے اور یہ صحابہ کرامؓ کے عملی اقدامات سے عبارت ہے۔ اسلامی تعلیمات غیر جانب داری کے نظریہ کے بارے واضح مؤقف اور لائحہ عمل رکھتی ہیں۔ جن اقوام یا ریاستوں سے اسلامی ریاست کا تعلق غیر جانب دارانہ رہا ،ان سے سیاسی، معاشی، دفاعی یا دیگر معاملات کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو مدنظر رکھا جائے گا۔

آج کی دنیا میں کئی ریاستیں بین الاقوامی تعلقات میں غیر جانب داری کا رویہ اپناتی ہیں۔ اس طرح وہ کسی خاص قوم یا ریاست کی طفیلی بھی نہیں بننا چاہتیں اور نہ ہی وہ کسی کی دشمنی کی متحمل ہو سکتی ہیں۔ اس حوالہ سے اس امر کی ضرورت ہے کہ بین الریاستی تعلقات میں اسلام کے نظریہ غیر جانب داری کا جائزہ لیا جائے اور اسلامی تعلیمات کو بیان کیا جائے۔

اس تمہید سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست بین الریاستی تعلقات میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دیگر ریاستوں سے غیر جانب داری کا رویہ اختیار کر سکتی ہے۔ اس تحقیقی آرٹیکل میں ہم اس تحقیقی سوال کا جواب تلاش کریں گے کہ اسلامی تعلیمات بین الریاستی تعلقات میں نظریہ غیر جانب داری کو کس طرح پیش کرتی ہیں اور

ایک اسلامی ریاست ان نظائر سے کس طرح رہنمائی حاصل کر سکتی ہے۔ یہ آرٹیکل بیانیہ، تجزیاتی اور تقابلی تحقیق پر مشتمل ہو ہے جس میں بنیادی مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

غیر جانب داری کا تصور

دنیا میں بالعموم اور مغرب میں بالخصوص غیر جانب داری کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ہے۔ خاص طور پر اس کے قواعد وضوابط کے سلسلہ میں کوئی رہنمائی فراہم نہیں ہوتی ہے۔ تاہم اس کا جدید تصور جو مغرب کے ہاں مروج ہے وہ بمشکل ایک دو صدی سے زیادہ پرانا نہیں ہے۔ ماضی میں جب کبھی جنگیں ہوتی تھیں تو ہر فریق کو کسی نہ کسی طور پر جنگ میں حصہ لینا پڑتا تھا۔ تاہم انیسویں صدی میں کچھ ممالک مثلاً امریکہ، بیلجیئم وغیرہ نے غیر جانب داری کا رویہ اپنایا جس سے مغرب میں نظریہ غیر جانب داری واضح شکل اختیار کرتا گیا۔[1] سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

> "مغربی اقوام میں غیر جانب داری کا تصور بہت قریبی عہد کی پیداوار ہے۔ اب سے دو صدیاں قبل تک ان کے ذہن میں اس کا کوئی تصور نہیں تھا، یا اگر تھا تو وہ غیر مکمل تھا۔ اسی لیے مغربی زبانوں میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے کوئی لفظ بھی موجود نہ تھا۔ گروٹیوس اس کو لفظ "مُتَوَسِط" (Medii) سے ادا کرتا ہے اور بائنکر شویک اس کے لیے لفظ "غیر مُعانِد" (Non Hostes) وضع کرتا ہے۔ سترھویں صدی کے آخر میں جرمن اور انگریزی زبانیں لفظ "نوٹرال اور نیوٹرل" (Neutral) سے پہلی مرتبہ آشنا ہوئیں۔"[2]

محمود احمد غازیؒ کے مطابق مغربی مصنفین نے جب ڈیڑھ سو سال پہلے غیر جانب داری کے تصور کو اپنی تحریروں اور قانون کی کتابوں میں بیان کرنا شروع کیا تو ان کے اذہان میں اس کا مبہم سا تصور بھی نہیں تھا کہ اس کے اصول و قوانین کیا ہوں گے اور کن احکام و قواعد کے مطابق غیر جانب دارانہ تعلقات کو منظم ومنضبط کیا جائے گا۔ مغرب کے موجودہ تفصیلی اصول و قوانین تو بہت بعد میں بیسویں صدی کے آغاز میں مرتب کیے گئے۔ اس وقت مختلف مغربی قوتوں کی مسلسل کش مکش اور باہمی جنگ وجدل سے غیر جانب دار رہنے والی ریاستوں کو اپنے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لیے اس کے قواعد وضوابط وضع کرنے کی شدید ضرورت محسوس ہوئی۔ 1907ء میں ہیگ میں ایک کنونشن منعقد کیا گیا جس میں یورپ کے مختلف نمائندوں اور قانون دانوں نے شمولیت کی۔ انہوں نے اس کانفرنس میں یورپی ممالک کے باہمی جنگی تعلقات اور سیاسی کشاکش میں غیر جانب داری کے تصور کو مرتب کیا۔ اس

---

[1]۔ عبد الرشید، بین الاقوامی تعلقات وسیاست، (کراچی: علمی کتاب گھر، 1981ء)، 177۔

[2]۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن اردو بازار، 1996ء)، 586۔

دستاویز سے پتا چلتا ہے کہ یہ صرف یورپی ممالک کے باہمی تعلقات سے ہی متعلق ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ جب یورپ کے دو ملک آپس میں لڑائی کریں یا ان کی آپس میں محاربانہ آویزش ہو اور کوئی تیسرا یا چوتھا ملک غیر جانب دار رہنا چاہے تو وہ کن اصولوں اور قواعد و ضوابط کے تحت غیر جانب دار رہے گا اور اس غیر جانب داری کے اصول و ضوابط کیا ہوں گے جو ان غیر جانب دار قوتوں کے مفادات و مصالح اور باہمی تعلقات کو منضبط کر سکیں؟۔۔۔ 1907ء میں جب پہلی بار غیر جانبداری کے اصولوں کو قانونی لحاظ سے مرتب کیا گیا تو ان کا اطلاق بھی صرف مغربی ممالک پر ہی کیا گیا اور کسی غیر یورپی یا غیر مسیحی ملک یا قوم کو اس میں شامل نہیں کیا گیا۔[3] تاہم مغربی ممالک میں بھی ان قوانین و ضوابط کی دھجیاں جنگ عظیم اول اور دوم میں بکھیر دی گئیں اور ان کی بالکل پروانہ کی گئی۔ بیلجیئم، ہالینڈ، ناروے اور ڈنمارک کی غیر جانبداری بھی جرمنی کی قوت کا شکار بن گئی۔[4] ہیگ کانفرنس میں غیر جانب داری کے جو قوانین مرتب کیے گئے، ان کی بنیاد دو چیزوں پر تھی:

ا۔ جو ریاست غیر جانب داری کا دعویٰ کرتی ہے، وہ اپنی حاکمیت کے تحفظ کا پورا پورا حق رکھتی ہے اور غیر جانب داری کے یہ معنی نہیں لیے جائیں گے کہ اس کی حاکمیت کو نظر انداز کر دیا جائے۔

۲۔ جو دو متحارب قوتیں ایک دوسرے کے خلاف جنگ لڑیں گی، ان کے باہمی حربی معاملات سے یہ غیر جانب دارانہ ریاست مکمل طور پر الگ اور دور رہے گی اور ان کے جنگی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ فریقین میں سے کوئی اس سے کسی قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا۔[5]

ان بنیادوں کا اگر اسلام کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ یہ سراسر عدل و انصاف اور انسان دوستی سے متصادم ہیں۔ اس میں ان میں سے کون سا فریق حق پر ہے یا ناحق پر، کون ظالم اور کون مظلوم، اس بحث کا سرے سے کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ گویا عدل و انصاف کے تقاضوں کو یکسر فراموش کر دیا گیا ہے۔

اسلام میں غیر جانب داری کی تعلیمات

اسلامی تعلیمات میں غیر جانب داری کا واضح اصول پایا جاتا ہے۔ جب کبھی بھی دو یا دو سے زائد

[3]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک، (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی، 2014ء)، 407-408۔

[4]۔ عبد الرشید، بین الاقوامی تعلقات و سیاست، 175-176۔

[5]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک، 409۔

ریاستوں یا اقوام کے درمیان کسی قسم کا تنازعہ، محاربہ یا جنگ کی نوبت پیش آتی ہے تو کئی ریاستیں اس معاملہ میں فریق بننے سے کتراتی ہیں اور غیر جانب دار رہنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ڈاکٹر حمید اللہؒ کے مطابق صدر اسلام میں غیر جانب داری کے لیے "اعتزال" کا لفظ استعمال ہوتا تھا جبکہ جدید عربی میں اس کے لیے "حیادۃ" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔[6]

قرآن کریم میں مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ مشرکین میں سے وہ جنہوں نے مسلمانوں اور کفار کے مابین جنگ میں اپنے آپ کو الگ اور غیر جانب دار رکھا، ان کے ساتھ کیے گئے معاہدات کو مقررہ وقت تک پورا کیا جائے:

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ[7]

(سوائے ان مشرکوں کے جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا اور انہوں نے کوئی کمی نہ کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی مدد کی (یعنی جو غیر جانب دار رہے)۔ پس ان کے ساتھ معاہدات مقرر مدت تک مکمل کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔)

سورۃ الممتحنہ میں ایسے لوگوں سے نیکی اور خیر کا معاملہ کرنے کے بارے ارشاد ہوا ہے جو مسلمانوں سے لڑائی نہیں کرتے:

لَّا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ O إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[8]

(اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں فرماتا کہ تم ان لوگوں سے جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، نیکی کرو اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور اللہ تمہیں منع کرتا ہے کہ ان لوگوں سے جنہوں نے تمہارے سے دین میں

---

[6]. Dr. Muhammad Hamidullah, Muslim Conduct of State, (Lahore: Sheikh Muhammad Ashraf Publishers, 2011), 282-283.

[7]۔ القرآن، 4:9۔

[8]۔ القرآن، 60:10-8۔

جھگڑا کیا اور تمہیں گھروں سے نکالا اور تمہیں دربدر کرنے کی کوشش کی کہ تم ان پر انحصار کرو۔ جو کوئی ان پر انحصار کریں گے تو وہ ظالم لوگ ہوں گے۔)

غیر مسلموں کو دوستانہ تعلقات کے نقطہ نظر سے دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

ا۔ محاربین: ایسے غیر مسلم ہیں جو مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالتے ہیں، ان پر جنگیں مسلط کرتے ہیں۔ ان کے جان ومال کے دشمن ہوں اور ان کی عزتیں تار تار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے دوستی اور تعلقات نہیں رکھے جاسکتے۔

۲۔ غیر محاربین: یہ ان غیر مسلموں کا گروہ ہے جو نہ ہی مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالتے ہیں، نہ ہی ان سے جنگ یا لڑائی کرتے ہیں اور نہ ہی دین کے معاملہ میں ان پر ظلم وزیادتی روا رکھتے ہیں۔ ان سے غیر جانب داری کا رویہ رکھا جاسکتا ہے:

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ ۚ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا[9]

(مگر وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جن کا تعلق اس قوم سے ہو جن سے تمہارا معاہدہ ہے یا وہ لوگ جو تمہارے پاس اس حالت میں آئیں کہ نہ اپنے اندر لڑائی کی وہ ہمت پا رہے ہیں اور نہ اپنی قوم سے لڑنے کی ہمت پا رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے یقیناً جنگ کرتے۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ نے تم لوگوں کو ان کے خلاف کسی اقدام کی اجازت نہیں دی۔)

اس آیت کی تفسیر میں امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں دو قسم کے لوگوں کا بیان ہوا ہے:

ا۔ ایسے لوگ جن سے مسلمانوں کا معاہدہ صلح ہو تو ان کی جاں بخشی محض معاہدے کے احترام میں کی گئی۔ اس لیے معاہدے کی پاس داری تک ان کو گرفتار یا قتل کرنا عہد شکنی ہو گی۔

۲۔ دوسرے ایسے لوگ جو مسلمانوں کے پاس غیر جانب داری کی درخواست لے کر آئیں، اس لیے کہ وہ نہ تو اپنی قوم کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور نہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنی قوم سے جنگ کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ غنیمت ہے کہ وہ اس سلسلہ میں غیر جانب داری کا رویہ رکھتے ہیں۔[10]

---

[9]۔ القرآن، 90:4۔

[10]۔ مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن ایبٹ روڈ، 2009ء)، 2:359۔

وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کے قتل کو اس صورت میں جائز ٹھہرایا ہے جب وہ ہم پر زیادتی کریں مگر دو صورتوں میں انہیں مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے:۔

ا۔پہلی صورت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں سے جاملیں جنہوں نے مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا ہو۔اس طرح وہ بھی معاہدین کے حکم میں شامل ہو جائیں گے۔

۲۔دوسری صورت یہ ہے کہ وہ صلح کی غرض سے مسلمانوں کے سامنے آئے ہوں اور وہ مسلمانوں کے ساتھ اپنی اور اپنی قوم کی جنگ سے تنگ ہو گئے ہوں اور غیر جانب دار ہو کر رہیں۔اس طرح کی صورت حال حبشہ،نوبہ اور قبرص کے علاقوں میں بھی پیش آچکی ہے۔ان علاقوں کے لوگوں نے غیر جانبدار رہنے کو اختیار کیا،نہ مسلمانوں سے جنگ کی اور نہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے دوران اسلام دشمنوں کا ساتھ دیا۔وہ پرامن رہے،نہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوئے اور نہ کافروں کے ساتھ شریک ہوئے۔[11]

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں،اقوام اور ممالک سے جنگ یا لڑائی کی اجازت نہیں دی جو تم سے لڑائی یا جنگ میں غیر جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور صلح و امن کے خواہش مند ہیں۔اس آیت سے غیر جانب داری کا واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ نے غیر جانب داری کے وجود کو ایک مادی حقیقت کے طور پر مانا ہے۔اس کی ایک مثال دارالاسلام اور دارالحرب کے درمیان ایک تیسرے گھر "دارالعھد" کا اسلامی تصور ہے۔اس لیے کہ ہماری نظر میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تعلقات کی بنیاد امن پر ہے،جنگ پر نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی دو حصوں میں تقسیم بالکل ایک عارضی تقسیم تھی۔یہ شریعت کی طرف سے مقرر کی ہوئی تقسیم نہیں۔[12] محمود احمد غازیؒ ان آیات میں وارد ہونے والے لفظ "اعتزال" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ یہ لفظ دونوں مرتبہ دو متحارب فریقین کے مابین غیر جانب داری کے طور پر استعمال ہوا ہے۔اس کی بنا پر اگر کوئی ریاست مسلمانوں کے بارے میں غیر جانب دار رہنا چاہتی ہے تو وہ ان شرائط کے ساتھ غیر جانب دار رہ سکتی ہے:

ا۔وہ مسلمانوں سے جنگ نہ کرے۔

---

[11]۔ الدکتور وھبہ الزحیلی، آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی، (دمشق: دار الفکر، 1419ھ)، 208۔

[12]۔ الدکتور وھبہ الزحیلی، العلاقات الدولیۃ فی الاسلام، (بین الاقوامی تعلقات: اسلامی اور بین الاقوامی قانون کا تقابلی مطالعہ) مترجم: مولانا حکیم اللہ، (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 2010ء)، 254۔

۲۔ مسلمانوں کے دشمنوں سے الگ رہے۔

۳۔ مسلمانوں کے ساتھ پر امن تعلقات قائم رکھے۔

۴۔ اس انتظام سے اسلام اور کلمۃ اللہ کی سربلندی پر زد نہ آئے اور نہ ہی مسلمانوں کے وقار پر حرف آئے۔[13]

مکی دور رسالت میں کفار مکہ کی طرف سے مداہنت (کچھ لو اور کچھ دو کا نظریہ) کا پہلو بھی دکھائی دیتاہے۔انہوں نے اس ضمن میں کئی بار کوشش کی کہ نبی اکرم ﷺ سے اس بارہ میں کوئی بات طے پاجائے۔ سیرت ابن ہشام میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ عتبہ بن ربیعہ نے قریش مکہ سے کہا کہ کیا میں محمد (ﷺ) کو کچھ ایسی باتیں پیش نہ کروں جن میں سے وہ کچھ قبول کرلیں۔ قریشی افراد نے کہا، کیوں نہیں۔ اس پر وہ آپ ﷺ سے ملنے گیا۔

یابن اخی ان کنت انماتریدبماجئت به من ہذاالامر مالا جمعنا لک من اموالنا حتی تکون اکثرنا مالا، وان کنت ترید به شرفا سودناک علینا، حتی لا نقطع امرا دون، وان کنت ترید به ملکا ملکناک علینا،وان کان ہذا الذی یاتی رئیاتراہ لا تستطیع ردہ عن نفسک طلبنا لک الطب، وبذلنا فیه اموالنا حتی نبرئک منه[14]

(اے بھتیجے !اگر تم اس مسئلے کے ذریعے جسے تم لائے ہو،صرف مال چاہتے ہوتوہم تمہارے لیے اس قدر مال جمع کر دیں گے کہ تم ہم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے،اور اگر اس کے ذریعے اعلیٰ مرتبہ چاہتے ہوتوہم تمہیں اپناسردار بنا لیں گے، کہ کوئی بات تمہارے بغیر قطعی نہ ہو گی۔اور اگر تم اس کے ذریعے حکومت چاہتے ہوتو ہم تمہیں اپنابادشاہ بنا لیتے ہیں۔یہ جو تمہارے پاس آتا ہے اگر کوئی رئی[15] ہے جسے تم دیکھتے تو اور اپنے پاس سے دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ،تو ہم تمہارے لیے جھاڑ پھونک کا انتظام کریں گے،اور ہم مال خرچ کر کے اس سے تمہیں نجات دلائیں گے۔)

رسول اکرم ﷺ اس کی باتیں سنتے رہے۔جب عتبہ اپنی بات مکمل کر چکا تو آپؐ نے جواب میں سورہ "السجدہ" کی چند آیات تلاوت کیں۔ اس پر وہ واپس لوٹ گیا اور اپنی قوم کو یہ مشورہ دیا کہ انہیں، ان کے حال پر چھوڑ دو اور اس سے الگ رہو۔ تم اس کے طفیل سب سے زیادہ خوش حال اور عزت والے بن جاؤ گے، لیکن قوم نے اس کا مشورہ نہ مانا۔

رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں بھی غیر جانب داری کی متعدد مثالیں ہمیں ملتی ہیں خصوصاًعہد نبوی ﷺ کے واقعات سے اس بارے میں واضح رہنمائی ملتی ہے۔بنو ضمرہ سے معاہدہ آنحضرت

---

[13]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک، 415۔

[14]۔ عبد الملک بن ہشام، سیرۃ النبویہؐ، (شرکۃ الطباعۃ الفنیہ المتحدۃ، س ن)1/261۔

[15]۔ اہل عرب کسی شخص کے تابع جن یا موکل کو رئی کہتے ہیں۔

ﷺ کی پہلی بڑی سیاسی مہم کی کامیابی تھی۔اس معاہدے سے قیامِ امن کا حقیقی مقصد بھی اجاگر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ سفارتی مشن اور تبلیغی مساعی کے عزم سے ۷۰ جانثاروں کے ہمراہ ودان کے مقام پر پہنچے۔اس مہم میں آپ ﷺ نے بنو ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو ضمری سے ایک تحریری معاہدہ کیا۔[16]اس معاہدے کی شرائط میں ان سے پرامن رہنے اور جنگ نہ کرنے کی شرائط شامل تھیں۔بنو ضمرہ سے جو معاہدہ کیا گیا،اس میں تھا کہ نہ آنحضرتؐ بنی ضمرہ سے جنگ کریں گے اور نہ یہ آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے خلاف جہاد بندی میں کسی کے ساتھ شریک نہ ہوں گے اور آپؐ کے خلاف کسی دشمن کو مدد نہ دیں گے۔[17] دورِ حاضر کے ایک محقق کے مطابق اس میں صاف طور پر دوستی اور ناطرف داری کا معاہدہ نظر آتا ہے اور اسلام لانے کا کوئی تصور بھی نہیں ہے۔[18]

۲ھ میں رسول اکرم ﷺ نے بنو درحمہ کے ساتھ ایک معاہدہ میں یہ طے کیا کہ وہ مسلمانوں اور ان کے مخالفین کے معاملہ میں غیر جانب دار رہیں گے اور کسی کی مدد نہیں کریں گے۔[19] آپؐ نے مدینہ کے اردگرد بسنے والے قبائل سے اس قسم کے معاہدے کیے تھے جن میں ان قبائل نے عہد کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے اور غیر جانب داری کا رویہ اپنائیں گے۔ان قبائل میں بنو سلیم اور جہینہ اہم تھے۔ان سے دوستی اور عدم جنگ کے معاہدات کیے گئے۔[20]ان تمام معاہدوں میں جو اہم نکات مشترک تھے،ان میں مسلمانوں پر حملہ نہ کرنا،بیرونی حملہ کی صورت میں مدد بہم پہنچانا اوراقدامی صورت میں دشمن کی مدد نہ کرنا شامل تھے۔ان معاہدوں کو انجام دینے کے تین بنیادی اہداف تھے:

ا۔سب سے اولین ہدف دعوتِ اسلام کے فروغ کے لیے اس میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا تھا۔اس لیے ان قبائل کے ساتھ طے پانے والے معاہدات میں اس بات کے اشارے ملتے ہیں کہ وہ مسلمان داعیوں کا راستہ نہیں روکیں گے۔

۲۔دوسرا ہدف یہ تھا کہ عرب معاشرہ میں امن وامان قائم ہو اور عدل وانصاف کو فروغ حاصل ہو۔

16۔ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، تاریخ الرسل والملوک،(بیروت،لبنان: دار الکتب العلمیہ،2008ء)،2/259۔

17۔ ابو عبد اللہ محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ،(بیروت،لبنان: دار اصادر،1988ء)،1/271-274۔

18۔ ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی،(لاہور: نگارشات پبلشرز اردو بازار،2013ء)،241۔

19۔ ابو عبد اللہ محمد ابن سعد، طبقات ابن سعد،1/23۔

20۔ المصدر السابق،1/27۔

۳۔ آخری بڑا ہدف یہ تھا کہ اسلامی ریاست کا ایک رعب اور دبدبہ قائم ہو جائے جس سے دوسری قوتوں کو اس پر نگاہِ غلط ڈالنے کی جرأت نہ ہو۔ اسلامی ریاست کی خارجہ حکمت عملی کے یہ تین بنیادی اہداف تھے جن کے تحت یہ معاہدات کیے۔[21]

سورہ ممتحنہ میں غیر مخالفین گروہ کے بارے میں "بر" کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ قرآن کریم کی ایک معروف اور جامع اصطلاح ہے جو معاشرتی لحاظ سے بھلائیوں کا ایسا مکمل نقشہ کھینچتی ہے جس میں رفاہی معاشرہ کے تمام پہلو پائے جاتے ہیں۔ سورہ بقرہ میں اس اصطلاح کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے:

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا[22]

(نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر کو اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔ جب عہد کرے تو عہد پورا کرے۔)

اسلامی ریاست کی غیر جانب داری کی ایک واضح مثال دور نبویؐ میں یہ بھی ملتی ہے کہ صلح حدیبیہ کے معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ آئے گا، اس کو مکہ واپس لوٹا دیا جائے گا۔ اس شرط کی بنا پر آپؐ نے پہلے ابو جندلؓ اور بعد میں ابو بصیرؓ کو اہل مکہ کو لوٹا دیا۔ ابو بصیرؓ نے مکہ واپس جاتے ہوئے راستہ میں ایک آدمی کو قتل کر دیا جبکہ دوسرا اڈر کر بھاگ گیا۔ ابو بصیرؓ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کو اپنا ٹھکانا بنالیا اور وہاں رہنے لگے۔ اب یہ ہونے لگا کہ جو مکہ کا آدمی مسلمان ہوتا وہ ابو بصیرؓ کے پاس چلا آتا۔ اس طرح ان کی ایک جماعت بن گئی۔ انہوں نے قریش مکہ کے خلاف کاروائیاں شروع کر دیں اور ان کے تجارتی قافلوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے۔[23] ان کارروائیوں کا علم آپؐ کو ہوتا رہتا تھا لیکن آپؐ نے ان کے کسی امر میں کسی قسم کی مداخلت نہ

---

[21]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، ریاست اور امور ریاست، (کراچی: زوار اکیڈمی پبلیکیشنز ناظم آباد، 2019ء)، 129۔

[22]۔ القرآن، 2:177۔

[23]۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح المسند المختصر من أمور رسول اللہ ﷺ وسننہ وأیامہ، (لاہور: دار السلام لوئر مال، 1433ھ)، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع أھل الحرب، رقم الحدیث: 2731۔

فرمائی۔زاد المعاد میں ہے کہ چونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے زیر تسلط علاقے سے باہر تھے اس لیے ان کے افعال کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد نہیں ہوتی تھی۔[24] محمود احمد غازیؒ لکھتے ہیں:

"یہ تو کہنا مشکل ہے کہ ابو بصیر کا یہ گروہ اور ان کا علاقہ کوئی چھوٹی سی ریاست تھی، ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ کوئی خود مختار علاقہ تھا۔ لیکن ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ یہ آزاد اور خود مختار گروہ تھا جو بہر حال مدینے کی ریاست کا شہری نہیں تھا، مکے کی شہریت کو یہ لوگ ترک (repudiate) کر چکے تھے۔ فقہاء کی اصطلاح میں ان کو منعۃ یعنی ایک قابل ذکر سیاسی تائید اور عسکری قوت حاصل تھی۔ ان کی اپنی قوت تھی اور وہ اس قوت کی بنا پر اپنا دفاع خود کر سکتے تھے۔ انہوں نے کفار مکہ کی اقتصادی ناکہ بندی کر دی۔ لیکن مدینہ منورہ سے مسلمانوں نے انہیں کوئی مدد نہیں دی۔ اس طرح دونوں کے محاربہ میں مدینے کی اسلامی ریاست غیر جانب داری رہی۔"[25]

صلح حدیبیہ کے بعد مکہ کی حیثیت بھی ایک غیر جانب دار علاقہ کی ہی رہی تا آنکہ یہ کفار مکہ کی عہد کی خلاف ورزی پر ٹوٹ گئی۔ عہد نبویؐ اور دور خلافت راشدہ میں غیر جانب دار علاقے کی ایک واضح مثال حبشہ کی رہی ہے۔ ہجرت حبشہ اولیٰ اور ثانی کے بعد مسلمان وہاں مقیم رہے اور وہاں کی حکومت نے انہیں سیاسی طور پر امان دی تھی۔ آپؐ کا ان کے بارے فرمان ہے:

"دعو الحبشه ماودعو كم،وتركوا الترک ما تركوكم"[26]

(حبشیوں سے تعرض نہ کرو جب تک وہ تمہارے درپے نہ ہوں اور ترکوں کو بھی چھوڑے رہو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں۔)

مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کی مکمل پیروی کی اور کبھی بھی حبشہ کی سلطنت پر حملہ نہیں کیا اور اس طرح غیر جانب داری کا رویہ نبھاتے رہے۔ ہجرت مدینہ کے بعد ریاست مدینہ کی اقوام کے مابین ایک میثاق طے کیا گیا جو "میثاق مدینہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے علاوہ دوسرا فریق یہودی بھی تھے۔ میثاق میں یہ شرط بھی تھی کہ اگر کسی مذہبی معاملہ میں جنگ کی ضرورت پیش آئے گی تو یہودی مسلمانوں کی مدد کے پابند

24۔ شمس الدین محمد بن أبي بکر ابن القیم الجوزیۃ، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، (مکتبہ السنۃ المحمدیہ، 1371ھ)، 1:913۔

25۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک، 417۔

26۔ سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن أبي داوٗد، (لاہور: دارالسلام لوئر مال، 1427ھ)، کتاب الملاحم، باب: نہی عن تہیج الترک والحبشہ، رقم الحدیث: 4302۔

نہیں ہوں گے۔[27] گویا یہ بھی غیر جانب داری کے رویہ کی ایک مثال کے طور پر سامنے آتا ہے۔یعنی کہ یہود کو اسلام کے اور مسلمانوں کو یہود کے مذہبی دفاع کے لیے بلایا نہیں جائے گا۔البتہ اگر شہری ریاست کے دفاع کی کوئی جنگ یا لڑائی کی نوبت آتی ہے تو اس معاملہ میں تمام فریق ایک دوسرے کی معاونت کریں گے۔

یہودی قبیلہ بنو نضیر کے خلاف جب نقضِ عہد کی پاداش میں فوجی اقدام کیا گیا تو دیگر یہودی قبائل اور ان کے حلیف اس معاملہ میں غیر جانب دار رہے اور ان کی کسی قسم کی کوئی مدد نہ کی۔رسول اکرم ﷺ کی اولین سیاسی مہموں کے بارے میں ایک محقق لکھتے ہیں:

"جہاں تک اولین غزوات نبویؐ کا تعلق ہے وہ فوجی مہمیں ہر گز نہ تھیں بلکہ سیاسی مہم یا مشن تھے جن کا مقصد پڑوسی قبائل سے جو مدینہ کے زیر اثر علاقے میں آباد تھے دوستانہ اور باہمی تعاون و نصرت کے تعلقات قائم کرنا تھا اور اس طرح اسلامی ریاست کے زیر اثر سیاسی علاقے یا سیاسی حلقہ اثر کو وسیع تر کرنا مقصود تھا۔چنانچہ قبائل بنو مدلج، بنو ضمرہ، غفار، اسلم، مزنیہ، جہینہ اور متعدد دوسرے قبائل سے معاہدے اسی زمانے کی یادگار ہیں اور وہ بالواسطہ طور پر ان ابتدائی مہمات نبوی کی نوعیت حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں۔"[28]

دور حاضر میں ملکی، علاقائی اور بین الاقوامی حالات کے تقاضوں کے تحت ایک اسلامی ریاست غیر جانب دارانہ حکمت عملی پر کاربند رہ سکتی ہے لیکن اس ضمن میں اسلامی تعلیمات کی بنیادی روح کو پیش نظر رکھنا ہو گا۔

غیر جانب داری کی مختلف صورتیں

غیر جانب داری کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔تین بڑی صورتیں درج ذیل ہیں:

ا۔مسلمانوں کے باہمی نزاع کی صورت

غیر جانب داری کی پہلی صورت مسلمانوں کے باہمی نزاع یا لڑائی کے دوران ہوتی ہے۔جب کوئی اسلامی ریاست اپنی مرکزیت ختم کرنے لگے اور طوائف الملوکی عام ہو جائے یعنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں وجود میں آنے لگیں تو پھر ان کے مابین جنگی نزاع یا تصادم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔اس بارے میں قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:۔

---

[27]۔ محمد بن عبد الملک ابن ہشام، سیرۃ النبویہؐ، 233۔

[28]۔ محمد یاسین مظہر صدیقی، عہد نبویؐ میں تنظیم ریاست وحکومت، نقوش، رسول ﷺ نمبر، (لاہور:ادارہ فروغ اردو، 1984ء)، 5:368۔

وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[29]

(اور اگر مومنین میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے مابین صلح کروادو۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی پر آمادہ ہو تو تم اس کے خلاف لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کو مان لے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل اور قسط سے صلح کروادو، بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔)

اس آیت سے درج ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں:

ا۔ اگر مسلمانوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں مصالحت کروانی چاہیے۔

ب۔ اگر کوئی ایک فریق اس پر آمادہ نہ ہو اور زیادتی کرے تو اس کے خلاف طاقت استعمال کی جاسکتی ہے۔

ج۔ فریقِ مخالف کے خلاف یہ طاقت اسی وقت تک استعمال کی جاسکتی ہے جب تک وہ صلح پر آمادہ نہ ہو جائے۔

د۔ اگر وہ صلح پر آمادہ ہو جائے تو طاقت و قوت کا استعمال فوری طور پر بند کر دیا جائے گا۔

ر۔ ایک گروہ کو دوسرے پر زیادتی کی صورت میں تماشائی نہیں بننا چاہیے اور نہ ہی غیر جانب دار رہا جاسکتا ہے۔

س۔ تیسرے مسلمان گروہ کو غیر جانب دار رہ کر صلح اور مصالحت کی کوشش کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "انصراخاك ظالماَ أو مظلوماً" (اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم) صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے، ظالم کی مدد کیسے کی جائے گی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: "تاخذ فوق يديه" (اس کا ہاتھ روک لو۔)[30]

۲۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں نزاع کی صورت

جب کسی اسلامی ریاست اور غیر مسلموں کے مابین نزاع یا جنگ کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے تو قرآن کریم میں اس بارے ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[31]

(نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور برائی اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں کسی کا ساتھ نہ دو۔)

29۔ القرآن، 9:49۔

30۔ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، رقم الحدیث: 2444۔

31۔ القرآن، 2:5۔

سورہ مائدہ کی اس آیت "وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" کی روشنی میں اگر اسلامی ریاست یا مسلمانوں کی طرف سے ظلم وزیادتی ہو رہی ہو تو اس صورت میں ظالم کا ساتھ دینا درست فعل نہ ہو گا بلکہ ان حالات میں کم از کم غیر جانب دار رہنا ضروری ہے۔

اگر اسلامی ریاست اور مسلمان حق پر ہیں اور دوسرا فریق ظلم وزیادتی کا مرتکب ہو رہا ہو تو مسلمانوں اور دیگر اسلامی ریاستوں کو اس اسلامی ریاست کا ساتھ دینا چاہیے۔ کیونکہ اس بارے میں واضح احکام موجود ہیں۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا[32]

(اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں نکلتے جو کہتے ہیں، اے خدا! ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں، اور ہمارے لیے خاص اپنی طرف سے ایک محافظ و مدد گار مقرر فرما۔)

۳۔ غیر مسلموں کے مابین جنگ کی صورت

اگر دو غیر مسلم ریاستوں یا اقوام میں نزاع یا لڑائی کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کی مختلف نوعیت کی صورتیں ہو سکتی ہیں جو حالات کے اعتبار سے اختیار کی جا سکتی ہیں۔ ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

ا۔ اگر جنگ دو ایسے ممالک یا اقوام کے مابین ہو رہی ہے جن میں سے ایک کے ساتھ اسلامی ریاست کا کوئی صلح یا جنگ بندی کا معاہدہ ہے تو اس صورت میں معاہدہ کی تعمیل کرنا نہایت ضروری ہے اور غیر جانب دار رہا جائے گا۔

ب۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر دو فریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ اسلامی ریاست کا دفاعی معاہدہ ہے جس کے تحت وہ اس کی مدد کرنے کی پابند ہے تو وہ اس معاہدہ کی رو سے اس غیر مسلم ملک کی مدد وحمایت کرے گی۔ اس کی نظیر ہمیں عہد رسالتؐ میں ملتی ہے۔ جب اسلامی ریاست کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر قریش کے حلیف قبیلہ بنو بکر نے رات کی تاریکی میں حملہ کیا۔ آپؐ نے اپنے حلیف قبیلہ کی مدد کے لیے صلح حدیبیہ کو قریش کی طرف

---

[32]۔ القرآن، 75:4۔

سے نقضِ عہد سے تعبیر کیا۔ اس طرح مسلمانوں نے فتح مکہ کی کارروائی کی۔[33] گویا اس صورت میں غیر جانب دار نہیں رہا جا سکتا اور یہ درست بھی نہیں ہے۔

ج۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر دونوں غیر مسلم ممالک کی جنگ توسیع پسندی یا اپنے اقتدار کی خاطر ہو تو جنگ کی مقصدیت باقی نہیں رہ جاتی۔ بلکہ یہ ظالموں کا آپسی تنازع ہے۔ اس صورت میں کسی بھی فریق کا ساتھ نہیں دیا جائے گا اور اس قسم کی جنگ میں مکمل غیر جانب داری برتی جائے گی۔ اس بارے میں امام مالکؒ کا قول نقل کیا جاتا ہے:

"دعهم ينتقم الله من الظالم بظالم ثم ينتقم۔"[34]

(ان کو چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ ظالم کا بدلہ دوسرے ظالم سے لیتا ہے اور پھر وہ دونوں سے انتقام لے گا۔)

اس طرح اس جنگ میں کودنے سے اسلامی ریاست کو بچنا چاہیے کیونکہ اس میں شرکت کسی ظالم کی تائید میں ہی ہو گی۔ حدیث میں ظالم کی مدد کرنے پر وعید آئی ہے۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر مسلمان کسی دارالکفر میں مستامن کے طور پر مقیم ہوں، اس پر کوئی دوسرا غیر مسلم ملک حملہ کر دے تو مسلمان اس جنگ میں شرکت نہیں کریں گے۔

"لأن فی القتال تعريض النفس، فلايحل ذلک الا علی وجه اعلاء كلمة الله عزوجل واعزاز الدين،و ذلک لايوجد ههنا لأن احكام أهل الشرک غالبة فيهم۔"[35]

(کیونکہ جنگ میں جان کی قربانی پیش کی جاتی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند کرنے اور دین کو قوت دینے کے مقصد کے لیے ہی جائز ہے، اور اس مقصد کا حصول اس صورت میں نہیں ہو سکتا کیونکہ ان پر اہل شرک کے احکام کا غلبہ ہے۔)

تاہم اگر جنگ میں مسلمانوں کو اپنے حقوق کے ضیاع کا خدشہ ہو تو وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے اس میں شامل ہو سکتے ہیں:

"الاأن يخافواعلی أنفسهم من أولئک، فحينئذٍ لابأس بأن يقاتلوهم الدفع عن أنفسهم، لا لاعلاء كلمة الشرک۔"[36]

33۔ محمد بن عبد الملک ابن ہشام، سیرۃ النبویہؐ، 538-539۔

34۔ ابو زہرہ، العلاقات الدولیۃ فی الاسلام، (القاہرۃ: دار الفکر، س ن)، 86۔

35۔ اَبو بکر محمد بن احمد بن اَبی سہل السرخسی، المبسوط، تحقیق: الدکتور حسن اسماعیل الشافعی، (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیۃ، 1997ء)، کتاب السیر، باب الخوارج، 1:136۔

36۔ اَبو بکر محمد بن احمد بن اَبی سہل السرخسی، المبسوط، کتاب السیر، باب نکاح اَھل الحرب ودخول التجار الیھم بأمان، 10:106۔

(البتہ جب انہیں ان لوگوں کی جانب سے اپنے خلاف اقدام کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ان کے لیے جائز ہے کہ اپنے دفاع کے لیے، نہ کہ شرک کے کلمے کی سربلندی کے لیے لڑیں۔)

اس بحث سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اسلامی ریاست کی یہ حتی الامکان کوشش ہونی چاہیے کہ وہ کسی شرعی سبب کے بغیر جنگ میں شامل نہ ہو۔ اس طرح اسلام کے نزدیک اصل چیز امن ہے جب کہ جنگ ایک عارضی چیز ہے۔ اس لیے امن کو ہی ترجیح دینا چاہیے اور جب تک جنگ کا کوئی محرک نہ ہو اس وقت تک اس میں کودنا درست نہیں ہے۔

د۔ اگر کسی معاہد غیر مسلم ریاست میں کوئی مسلم تنظیم اپنی آزادی کی مسلح جدوجہد کرے تو ہمسایہ اسلامی ریاست غیر جانب دار رہے گی۔[37]

اسلام میں غیر جانب داری کے تصور پر اعتراض کا جائزہ

مستشرقین نے جہاں اسلام، قرآن اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں اپنے بودے اور بلادلیل تصورات بیان کیے ہیں وہیں انہوں نے اسلام میں غیر جانب داری کے تصور کو بھی بے بنیاد قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق اسلام کے بین الاقوامی تعلقات کی بنیاد صرف اور صرف جنگ ہے۔ امن کا دور اس کا درمیانی وقفہ ہی ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اسلامی ریاست کے تعلقات غیر مسلم ممالک سے جنگ کی بنیاد پر ہی ہو سکتے ہیں۔ اس بارے میں نمایاں نام جنہوں نے اس پر اپنی کتاب بھی لکھی، عراق کے مسیحی مصنف مجید خدوری کا ہے۔ ان کی کتاب "War and Peace in the Law of Islam" جس کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے، یہی ثابت کرتی ہے کہ اسلام میں تعلقات کی بنیاد جنگ ہے اور امن و صلح ایک عارضی چیز ہے جو دو جنگوں کے درمیانی وقفہ کا نام ہے۔

ان مستشرقین کا یہ دعویٰ بلادلیل اور غلط ہے کیونکہ انہوں نے اسلام کے تصورِ جنگ اور بین الممالک تعلقات کو تعصب کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسی کے مطابق دلائل کو جمع کیا ہے۔ حالانکہ درج بالا بحث اس بارے میں حقائق کو واضح کر دیتی ہے کہ اسلام کے تصور جنگ اور تصورِ امن و صلح کو اس کے درست تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ غیر جانب داری کے بارے میں قرآن کریم کی آیات، سنت رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد کے واقعات واضح طور پر ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ محمود احمد غازیؒ لکھتے ہیں:

---

[37]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک، 418۔

"قرآن پاک نے ابتداء سے ہی غیر جانبداری کا دائمی اور وسیع الانطباق اصول فراہم کیا۔اس اصول سے دنیا کا ہر وہ ملک جو پر امن بقائے باہمی پر مبنی تعلقات چاہتا ہو اور متحاربین کے درمیان برابری اور مساوات کی بنا پر اپنی غیر جانب دارانہ حیثیت اور پوزیشن کو قائم رکھنا چاہتا ہو، یکساں طور پر متمتع ہو سکتا ہے۔وہ عدل وانصاف کی بنیاد پر مسلمانوں سے معاملہ کر سکتا ہے۔اس کے تعلقات پر امن بقائے باہمی کی بنیاد پر کسی بھی مسلم سٹیٹ سے قائم ہو سکتے ہیں جس کی ماضی میں متعدد مثالیں ملتی ہیں۔اس اصولِ غیر جانبداری کی تفصیلات جو فقہائے کرام نے ترتیب دی ہیں،اس میں محض جغرافیائی، نسلی یا مذہبی بنیادوں پر کسی تفریق کو کہیں بھی روا نہیں رکھا گیا،نہ اس میں علاقے یا زبان کی تفریق کو بنیاد بنایا گیا۔"[38]

نتائج بحث

مذکورہ بحث سے یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱۔ دنیا میں بالعموم اور مغرب میں بالخصوص غیر جانب داری کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں ہے۔

۲۔ غیر جانب داری کی مغربی بنیادوں کا اگر اسلام کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ یہ سراسر عدل وانصاف اور انسان دوستی سے متصادم ہیں۔

۳۔ اسلامی تعلیمات میں غیر جانب داری کا واضح اصول پایا جاتا ہے۔

۴۔ مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ مشرکین میں سے وہ جنہوں نے مسلمانوں اور کفار کے مابین جنگ میں اپنے آپ کو الگ اور غیر جانب دار رکھا،ان کے ساتھ کیے گئے معاہدات کو مقررہ وقت تک پورا کیا جائے۔

۵۔ سورۃ الممتحنہ میں ایسے لوگوں سے نیکی اور خیر کا معاملہ کرنے کے بارے ارشاد ہوا ہے جو مسلمانوں سے لڑائی نہیں کرتے۔

۶۔ غیر مسلموں کو دوستانہ تعلقات کے نقطہ نظر سے دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

ا۔ محاربین: ایسے غیر مسلم ہیں جو مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالتے ہیں،ان پر جنگیں مسلط کرتے ہیں۔ایسے لوگوں سے دوستی اور تعلقات نہیں رکھے جاسکتے۔

---

[38]۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا قانون بین الممالک،408-409۔

ب۔ غیر محاربین: یہ ان غیر مسلموں کا گروہ ہے جو نہ ہی مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالتے ہیں، نہ ہی ان سے جنگ یا لڑائی کرتے ہیں اور نہ ہی دین کے معاملہ میں ان پر ظلم وزیادتی روا رکھتے ہیں۔ ان سے غیر جانب داری کا رویہ رکھا جاسکتا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں، اقوام اور ریاستوں سے جنگ یا لڑائی کی اجازت نہیں دی جو مسلمانوں سے لڑائی یا جنگ میں غیر جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور صلح وامن کے خواہش مند ہیں۔ اس ضمن میں سورۃ النساء کی آیت 90 سے غیر جانب داری کا واضح ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

۸۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں بھی غیر جانب داری کی متعدد مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔ خصوصاً عہد نبویؐ کے واقعات سے اس بارے واضح رہنمائی ملتی ہے۔

۹۔ سورہ ممتحنہ میں غیر مخالف گروہ کے بارے میں "بر" کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ قرآن کریم کی ایک معروف اور جامع اصطلاح ہے جو معاشرتی لحاظ سے بھلائیوں کا ایسا مکمل نقشہ کھینچتی ہے جس میں رفاہی معاشرہ کے تمام پہلو پائے جاتے ہیں۔

۱۰۔ غیر جانب داری کے بارے میں قرآن کریم کی آیات، سنت رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد کے

واقعات واضح طور پر ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

سفارشات

موضوعِ زیرِ بحث کے حاصلات ونتائج کے تحت بذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ اسلامی تعلیمات میں مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ مشرکین میں سے وہ جنہوں نے مسلمانوں اور کفار کے مابین جنگ میں اپنے آپ کو الگ اور غیر جانب دار رکھا، ان کے ساتھ کیے گئے معاہدات کو مقررہ وقت تک پورا کیا جائے۔

۵۔ سورہ ممتحنہ کی آیت ۸ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں فرماتا کہ تم ان لوگوں سے جنہوں نے تمہارے ساتھ دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور نہ ہی تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا، نیکی کرو اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۶۔ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مگر وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جن کا تعلق اس قوم سے ہو جن سے تمہارا معاہدہ ہے یا وہ لوگ جو تمہارے پاس اس حالت میں آئیں کہ نہ اپنے اندر لڑائی کی وہ ہمت پا رہے ہیں اور نہ اپنی قوم سے لڑنے کی ہمت پا رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے یقیناً جنگ کرتے۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اور تم سے جنگ نہ کریں اور صلح کی پیشکش کریں تو اللہ نے تم لوگوں کو ان کے خلاف کسی اقدام کی اجازت نہیں دی۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں، اقوام اور ممالک سے جنگ یا لڑائی کی اجازت نہیں دی جو تم سے لڑائی یا جنگ میں غیر جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور صلح و امن کے خواہش مند ہیں۔

۸۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے اگر کوئی ریاست مسلمانوں کے بارے میں غیر جانب دار رہنا چاہتی ہے تو وہ ان شرائط کے ساتھ غیر جانب دار رہ سکتی ہے:

ا۔ وہ مسلمانوں سے جنگ نہ کرے۔

ب۔ مسلمانوں کے دشمنوں سے الگ رہے۔

ج۔ مسلمانوں کے ساتھ پر امن تعلقات قائم رکھے۔

د۔ اس انتظام سے اسلام اور کلمۃ اللہ کی سربلندی پر زد نہ آئے اور نہ ہی مسلمانوں کے وقار پر حرف آئے۔

۹۔ دور حاضر میں ملکی، علاقائی اور بین الاقوامی حالات کے تقاضوں کے تحت ایک اسلامی ریاست غیر جانب دارانہ حکمت عملی پر کاربند رہ سکتی ہے لیکن اس ضمن میں اسلامی تعلیمات کی بنیادی روح کو پیش نظر رکھنا ہو گا۔

۱۰۔ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور برائی اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں کسی کا ساتھ نہ دو۔

۱۱۔ اسلام کے نزدیک اصل چیز امن ہے جب کہ جنگ ایک عارضی چیز ہے۔ اس لیے امن کو ہی ترجیح دینا چاہیے اور جب تک جنگ کا کوئی محرک نہ ہو اس وقت تک اس میں کودنا درست نہیں ہے۔

Bibliography

1. Hāmīdulla, Dr. Muslim Conduct of State, Lāhūr, Sheikh Muhammad Ashraf Pablīkashnz, Ṭ/3, S/2011CE
2. Ibn al-Qayam,al-Jūziā, Muhammad bin Abī Bakr, Zād al-Ma'ād fī Hdī Kher al-abād, Maktbā al-sunāh al-Muhammadiā, S/1371H
3. al-Bukhārī, Muḥammad bin Ismāʿīl, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ, Lāhūr, Lower Māl, Dār al-Salām, Ṭ/1, S/1433H
4. Ibn-e-Sa'ad, Abū Abdūlāh, Muhammad, At Tabqāt al-Kubrā, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Sādr, Ṭ/3, S/1988CE
5. Abū-Zahrā, Al-Alāqāt al-Dūliā fī al-Islām, Miṣr, Qāhirah, Dār al-Fikr, S/1414H
6. Islāhī, Amīn Ahsan, Tadabbr-e-Qura'ān, Lāhūr, Fārān Foundashan, Ṭ/1, S/1988CE
7. Hāmīdulla, Dr. Rasūlulā kī Siāsī Zīndgī, Lāhūr, Nigārshāt Urdū Bāzār, Ṭ/1, S/2013CE
8. Ibn-e-Hshām, Muhammad Abdūlmlik, al-Sīrā tu al Nabwiā, Lubnān, Bayrūt, Dār Ibn-e-Hazm, Ṭ/1, S/2009CE
9. Abū-Dāūod, Sulymān bin al-Ash'ath, Sūnan Abū-Dāūod, Lāhūr, Lower Māl, Dār al-Salām, Ṭ/1, S/1427H
10. al-Sarakhsī, Muḥammad bin Aḥmad, al-Mabsūṭ, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, Ṭ/5, S/1997CE
11. Saddīqī, Muhammad Yāsīn Mazhar,Ehd-e-Nabwī mein Tanzīm Riāsat-o-Hakūmat, Nqūsh Rasūl Nambr, Lāhūr, Adārāh Frūgh Urdū, Ṭ/1, S/1984CE
12. al-ʿTabrī, Muhammad bin jarīr, Tarīkh al-ʿRūsal, al-Mlūk, Lubnān, Bayrūt, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, Ṭ/4, S/2008CE
13. Abdūl Rashīd, Bain al-Aqwāmī Ta'alūqāt-o-Syāsat, Kārāchi, Ilmī Kītāb Ghar, Ṭ/1, S/1981CE
14. Ghāzī, Mahmūd Ahmad, Islām kā Qānūn Bain al-Mūmālik, Islām Abād, Shārī'ā Akādmī, Bain al-Aqwāmī Unīversitī, Ṭ/2, S/2014CE
15. Ghāzī, Mahmūd Ahmad, Riāsat or Amūr-e-Riāsat, Kārāchi, Zwār Akādmī Pablīcashanz, Ṭ/1, S/2019CE
16. Maudūdī, Abūl ā'alā, al-Jīhād fī al Islām, Lāhūr, Adārā Tarjūmān al Qūr'ān, Ṭ/11, S/1996CE

17. Wahbā, al Zūhailī, al Alāqāt al Dūliā fī al Islām, Islām Abād, Shārī'ā Akādmī, Bain al-Aqwāmī Unīversitī, Ṭ/1, S/2010CE
18. Wahbā, al Zūhailī, āsār al Harb fī al fiqā al Islāmī, Syriā, Damīshq, Dār al Fīkr, Ṭ/2, S/1419Hw